اُردو (لازمی)	انٹر (پارٹ-II)	پرچہ II: (انشائیہ طرز)
وقت: 2.40 گھنٹے	2017ء (پہلا گروپ)	کل نمبر: 80

(حصہ اوّل)

سوال 2-(الف) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی لکھیے: (1,1,8)

رُونما کب ہو گا راہِ زیست پر منزل کا چاند
ختم کب ہو گا اندھیروں کا سفر، خیرالبشر ﷺ
کب ملے گا ملّتِ بیضا کو پھر اَوجِ کمال
کب شبِ حالات کی ہو گی سحر، خیرالبشر ﷺ

جواب: حوالہ متن:

نظم کا عنوان: نعت شاعر کا نام: حفیظ تائب

تشریح:

پہلے شعر میں شاعر نبی کریم ﷺ سے درخواست کر رہا ہے۔ کہ اس کے حالِ زار یعنی بُری حالت پر آپ ﷺ رحمت کی ایک نظر ڈالیے تاکہ اُس کی زندگی میں مایوسی و غم کے جو اندھیرے چھائے ہوئے ہیں وہ ختم ہو جائیں اور روشنی یعنی خوشی اور اُمید اس کا مقدر بن جائے۔ یوں لگتا ہے کہ شاعر کی زندگی غموں سے لبریز ہے اور یہی رنج و غم اُسے مایوسی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ کوئی رہنما کوئی سہارا موجود نہیں ہے، دنیا اسے ٹھکرا چکی ہے، ایسے میں شاعر آپ ﷺ کو اپنی آخری اُمید خیال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی نظرِ کرم اگر مجھ پر ہو جائے گی تو میری زندگی میں جتنی مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں وہ سب دور ہو جائیں گی اور جو خوشیاں مجھ سے روٹھ چکی ہیں وہ مجھے واپس مل جائیں گی۔ آپ ﷺ چونکہ "سراجِ منیر" ہیں اور سورج کے سامنے اندھیرے کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کے سامنے ٹھہر سکے، لہٰذا میری زندگی کے اندھیرے تبھی دُور ہوں گے جب آپ ﷺ کی توجہ کی روشنی مجھ پر پڑے گی۔

دوسرے شعر میں شاعر اُمتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کے پس منظر میں نبی پاک ﷺ سے درخواست کر رہا ہے کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! آپ ﷺ کی اُمت زبوں حالی کا شکار ہے۔ آپ ﷺ دعا فرما دیں گے تو ربِ کائنات اپنے فضل و کرم سے اس اُمت کے زوال کو

ختم کردے گا۔ شاعر بہت ہی حساس دل کا مالک ہے اور بحیثیت مسلمان اس کا دل روتا ہے جب وہ دنیا میں ہر جگہ مسلم اُمہ کو ذلت و رسوائی میں مبتلا دیکھتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں بسنے والی کسی بھی قوم نے اس قدر تیزی سے ترقی کی منازل کو طے نہیں کیا' جتنی تیزی سے مسلمانوں نے کی ہیں۔ جو عروج ان کو حاصل ہوا وہ کسی اور قوم کو حاصل نہیں ہوا۔ مسلم اُمہ نے اپنے کردار کی بدولت سب کو مسخر کیا۔ حق وصداقت علم و ہنر' غیرت و جرأت' صبر و غنا' کون سی ایسی خوبی تھی جو مسلمانوں کے پاس نہ تھی' مگر اس قوم کی بدنصیبی دیکھیے کہ اسے خودغرضی' حرص و مالِ زر اور ہوسِ ملک گیری لے ڈوبی۔ ہماری اپنی کمزوریوں نے غیروں کو طاقت فراہم کی' جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ ہم مسلمان دنیا کی پست ترین قوم بن چکے ہیں' دینی حمیت اور اخلاقی حسن کا خاتمہ ہو چکا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی' شاعر پُر اُمید ہے کہ جس طرح آپ ﷺ زمانے کی تاریکیوں میں روشن سورج بن کر اُبھرے اسی طرح آج بھی آپ ﷺ کا نور مسلمانوں کے اندھیرے کو ختم کردے گا۔

(ب) درجِ ذیل اشعار کی تشریح الگ الگ کیجیے اور شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (1,3,3,3)

نازک مزاج تھا میں بہت اس چمن کے بیچ
جب تک رہا تو خندۂ گل سے حزیں رہا

آخر کو ہو کے لالہ اُگا نوبہار میں
خونِ عشق نہ زیرِ زمیں رہا

یارانِ گرم رَو تو سب آگے نکل گئے
ان سے میں تنگ قافلہ پیچھے کہیں رہا

جواب: شاعر کا نام: شیخ غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر-1

تشریح:

اس شعر میں شاعر اپنی بے بسی اور نازک طبیعت کے بارے میں بتا رہا ہے کہ میں اتنا زیادہ نازک مزاج اور حساس واقع ہوا ہوں کہ انتہا یہ ہے کہ جب غنچہ کھلنے لگتا ہے تو مجھے بڑا ملال ہوتا ہے۔ میں رنجیدہ اور غمگین ہو جاتا ہوں۔

شاعر کے رنجیدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کلی غنچہ بنتی ہے اور غنچہ پھول اور اس کے بعد فنا کا مرحلہ آ جاتا ہے۔ کلی اس مرحلے سے واقف نہیں ہوتی جبکہ شاعر اس معاملے سے آگاہ ہے' لہٰذا کلی کا یہ

سفر اُسے غمگین کر دیتا ہے۔

شعر نمبر-2

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے بہار کے موسم میں لالہ کے پھول کو اُگے ہوئے دیکھا تو اس کی نظریں اس پھول کی رعنائی اور دلربائی کی طرف نہیں گئیں۔ اس نے صرف یہ دیکھا کہ سرخ رنگ کا پھول کھلا ہوا ہے اور اس کے بالکل درمیان میں سیاہ داغ کا نشان ہے۔ چنانچہ اس کا دھیان فوراً عشق کی راہ میں شہید ہونے والے عاشقوں کے خون کی طرف چلا گیا جو خاک پر بہ کر زیرِ زمین چلا گیا' لیکن زیادہ دیر تک وہاں رکا نہ رہ سکا۔ اس کے مزاج کی بے چینی و بے قراری جلد ہی اسے لالہ کے پھول کی شکل میں زمین سے باہر لے آئی۔ چونکہ لالہ کے پھول کا رنگ عاشق کے خون کی مانند سُرخ تھا اور عاشق کے دل پر لگے ہوئے محبوب کی بے وفائی کے داغ کی مانند لالہ کے پھول کے سینے میں بھی سیاہ داغ تھا' لہٰذا شاعر نے خیال کیا کہ عشق کی راہ میں شہید ہونے والے عاشق کا خون رائیگاں نہیں گیا' بلکہ بہار کے موسم میں لالہ کا پھول بن کر زمین سے باہر آ گیا۔

شعر نمبر-3

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے ایک ایسے انسان کی کیفیت بیان کی ہے جو قافلے میں دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ منزل کی جانب چلا' لیکن وہ اس عزم و ہمت اور جذبے سے محروم تھا جو منزل پر پہنچنے کے لیے بے حد ضروری ہوتا ہے۔ وہ اپنی سست روی اور جوش و جذبے میں کمی کے باعث قافلے والوں کا ساتھ نہ دے سکا جبکہ قافلے کے دوسرے لوگ پختہ عزم اور ارادے کے ساتھ تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب گامزن رہے۔ چونکہ صدق و خلوص کے ساتھ کی جانے والی کوششوں کو اللہ تعالیٰ کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا اور مشکلات کو آسانی میں بدل دیتا ہے' اس لیے قافلے کے باہمت لوگ اپنی منزل پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جبکہ پیچھے رہ جانے والا شخص جو قافلے والوں کے لیے شرمندگی کا باعث بن رہا' اپنی ناکامی پر دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہا ہے۔

(حصہ دوم)

سوال: 3- سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جز کی تشریح کیجیے۔ نیز سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیے: (1,1,3,10)

(الف) غرض یہ کہ اوّل تو قدرت نے اپنے حُسن کے لنگر یہاں جاری کر دیے تھے۔ جو کچھ کمی تھی وہ انسان نے پوری کر دی۔ اس شام ہم گھر کا سارا سودا لینے سُپر مارکیٹ گئے۔ بہت سے صاحبان اس ادارے کو جانتے ہیں لیکن بہت سی میری ہم وطن بہنیں اس کے متعلق جاننا چاہیں گی۔ تو سُنیے سُپر مارکیٹ امریکن سرمایہ داری کا مکمل مظاہرہ اور امریکن طرزِ حیات کا بنیادی قلعہ اور اس کی لامحدود افراط کا ذخّار ہے۔

جواب: حوالہ ٔمتن:

سبق کا عنوان: ہوائی مصنف کا نام: بیگم اختر ریاض الدین

سیاق وسباق:

بیگم اختر ریاض الدین کی کتاب ''دھنک پر قدم'' میں ہوائی کے جزائر کی سیاحت کا خوشگوار بیان ہے۔ وہ اپنی بیٹی ناز کے ساتھ رات کے گیارہ بجے ہوائی کے دارالحکومت ''ہونولولو'' کے ہوائی اڈے پر اتریں تو ان کے میاں ریاض الدین غائب تھے۔ وہ ایک ٹیکسی میں ایسٹ ویسٹ سنٹر کے ہائی رائز ہوسٹل کے قریب پہنچیں تو دو کاریں ان کے پاس آ کر رکیں۔ ایک کار میں سے لڑکیاں چیختی چلاتی اتریں اور انھوں نے بیگم اختر کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ دوسری کار میں سے نوجوان باہر آئے جو ہوائی کے عوامی استقبالیہ گیت گا رہے تھے۔ انھی میں ریاض الدین شامل تھے۔ اس ہنگامے میں ان سے شکوہ وشکایت بھی نہ ہو سکی۔ گھر پہنچے تو گرد وغبار اور گندے کپڑوں اور خراب برتنوں کا سامنا ہوا۔ وہ لکھتی ہیں کہ میں نے صبح اٹھ کر ناز کی مدد سے گھر کی صفائی کی۔ ہم تھک گئے اور لنچ ہوٹل سے کیا۔

تشریح:

مندرجہ بالا پیراگراف میں مصنفہ کہتی ہیں کہ جزیرہ ہوائی کی وادیاں اور پہاڑی سلسلے مل کر فطرت کے حسن و جمال کا ایک نیا روپ دکھاتے ہیں۔ یہی پہاڑ اور وادیاں سرسبز وشاداب بھی ہیں۔ یہ سب کچھ ایسا ہے کہ جیسے قدرت نے حسن و جمال کا لنگر جاری کر رکھا ہو۔ انسان نے فطرت کے ان رنگا رنگ مناظر کو پسند کیا اور انھیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا۔ بہار آفرین باغات بنائے۔ جنگل سلیقے اور تنظیم سے ڈھالے۔ ندی نالوں کے رخ موڑ کر انھیں اپنی منشا کے مطابق رواں کیا۔ سڑکیں بنائیں اور ان کے دونوں طرف درخت لگائے، جن کی شاخیں پھولوں سے لدی اور جھک جھک کر انسان کی فنکارانہ صلاحیتوں کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہیں۔

مصنفہ کہتی ہیں کہ ہم اُس شام سیر کرنے کے علاوہ خریداری کے لیے سودا سلف لینے سُپر مارکیٹ گئے۔ گو کہ بہت سے لوگ اس ادارے کو جانتے ہیں، مگر میرے بہت سے ہم وطن لوگ خصوصاً میری بہنیں اس کے متعلق ضرور جاننا چاہیں گی۔ تو سنیئے میں بتاتی ہوں کہ سُپر مارکیٹ امریکی سرمایہ داری نظام کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ وہ امریکی طرزِ حیات کی اشیا کا مکمل گھر ہے جہاں ہر قسم کی چیزیں بہت ہی زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔

(ب) وہ جوہرِ قابل تھے مگر موقعے کی تاک میں تھے۔ حیدر آباد میں ان کی سیاست دانی، تدبّر، انتظامی قابلیت کے جوہر کھلے۔ اُن کا ذہن ایسا رسا، ان کی طبیعت ایسی حاضر، اُن کے اوسان ایسے بجا اور معاملات اور واقعات پر ایسا عبور تھا کہ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات کو باتوں باتوں میں سلجھا دیتے تھے۔ وہ اگر ٹرکی یا کسی اور سلطنت کے فارن منسٹر ہوتے تو یقیناً دنیا میں بڑا نام پیدا کرتے، بڑے بڑے مدبّر ان کا لوہا مان گئے تھے۔

جواب: حوالہ متن:

سبق کا عنوان: نواب محسن الملک مصنف کا نام: ڈاکٹر مولوی عبدالحق

سیاق وسباق:

نواب محسن الملک کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وجاہت، ذہانت، خوش بیانی اور فیاضی۔ ان کی مثال ایک پارس پتھر کی سی تھی۔ مخالفین بھی اُن کے حسنِ سلوک کے ہمیشہ معترف رہے۔

تشریح:

اس پیرے میں مصنف نے نواب محسن الملک کے کردار و شخصیت کی خوبیاں بیان کی ہیں کہ نواب صاحب اسم بامسمیٰ تھے۔ معاملات کو سلجھانے میں مہارت رکھتے تھے۔ انتظامی قابلیت اور سیاسی تدبر ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی مسئلے کی گہرائی تک فوراً پہنچ جاتے اور اس کا فوراً حل تلاش کر لیتے تھے۔ وہ اگر ٹرکی یا کسی اور سلطنت کے وزیر خارجہ ہوتے تو یقیناً دنیا میں بڑا نام پیدا کرتے۔

سوال: 4- درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے:

(الف) مولوی نذیر احمد دہلوی (ب) ہوائی (1,9)

(الف) مولوی نذیر احمد دہلوی

جواب: مصنف کا نام:- شاہد احمد دہلوی

مولوی نذیر احمد صاحب نہایت کھرے اور سچے انسان تھے۔ چنانچہ وہ زیادہ دیر نوکری نہ کر سکے

اور پنشن لے کر دلی آ گئے۔ نواب سرفراز علی خاں بہت بیمار تھے اور کسی طرح صحت یاب نہ ہو رہے تھے۔ خواب میں مولوی صاحب ملے جو ان سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے قرآن مجید کا ترجمہ چھپوا لو ٹھیک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ نواب صاحب نے ترجمہ چھپوایا۔ خدا کی قدرت سے انھیں شفا ہو گئی۔ مولوی احسن اللہ صاحب مولوی نذیر احمد کے دوست تھے۔ ایک دن ان سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ کی کہنیوں پر میل کی تہ چڑھی ہوئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو جھانویں سے صاف کر دوں۔ مولوی نذیر احمد نے جواب دیا کہ مسجد میں کہنیاں ٹیک کر پڑھتا تھا جس سے گٹے پڑ گئے ہیں۔

بچپن میں وہ جس مسجد میں رہتے تھے وہاں کا مُلّاں بڑا بے رحم تھا۔ سخت سردی میں وہ اور ان کا بھائی ٹاٹ میں لیٹ کر سوتے تھے۔ جلد آنکھ نہ کھلتی تو مُلّاں لاتیں مار کر جگاتا تھا اور محلے کے گھروں میں روٹی مانگنے کے لیے بھیجتا تھا۔ جب روٹی مانگتے ہوئے مولوی عبدالقادر کے گھر جاتے تو وہ اپنے گھر کے کام کاج بھی کرواتا اور بازار سے سودا سلف لینے کے لیے بھی بھیجتا۔ مولوی صاحب ان کی لڑکی کو ٹہلاتے بھی تھے۔ لڑکی مولوی صاحب کو بہت تنگ کرتی تھی۔ خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ یہی لڑکی ان کی بیوی بنی۔

ایک دفعہ علی گڑھ کالج کے سلسلے میں لاکھوں روپے کا غبن ہو گیا تو مولوی صاحب نے سرسید کی ڈھارس بھی بندھوائی اور پیسوں سے خدمت بھی کی۔ علی گڑھ کالج کے لیے چندا اکٹھا کرنے کے لیے تقاریر کرتے۔ ان میں یہ خوبی تھی کہ جب چاہا ہنسا دیا اور جب چاہا لوگوں کی جیبیں خالی کروالیں حتیٰ کہ عورتیں اپنے زیورات بھی دینے کو تیار ہو جاتی تھیں۔

لوگ مولوی صاحب سے تقاضا کرتے کہ قرآن کا ترجمہ کریں۔ مگر مولوی صاحب ہچکچاہٹ سے کام لیتے رہے۔ پھر تیئیسر کے ترجمے کے دوران مولوی صاحب کا ادھر رجحان ہوا اور انھوں نے ترجمہ مکمل کر لیا۔ ترجمہ انتہائی صحت اور دِقت سے کئی بار پڑھوایا پڑھا گیا۔ خود مولوی صاحب اپنی تمام کتابوں سے "ترجمة القرآن" ہی کو پسند کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنی تمام کتابیں اوروں کے لیے لکھی ہیں لیکن ترجمہ القرآن میں نے اپنے لیے لکھا ہے کہ میرا توشۂ آخرت ہو۔

(ب) ہوائی

جواب : جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ) سوال نمبر 4 (ب)۔

سوال :5- **مولانا الطاف حسین حالی کی نظم "اسلامی مساوات" کا خلاصہ تحریر کیجیے۔** (5)

:

"اسلامی مساوات"

خلاصہ:۔

جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کے امراء اخلاقی ابتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ انسانی و اخلاقی کمالات سے عاری ہو جاتے ہیں، وہ نہ عقل سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، نہ دینی احکامات کی پروا کرتے ہیں، حتیٰ کہ آخرت کا تصور بھی ان کے ذہن سے محو ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ نہ مظلوم کی آہ و زاری کو خاطر میں لاتے ہیں، نہ مفلوک الحال لوگوں پر ان کو ترس آتا ہے بلکہ دنیاوی عیش و عشرت میں پڑ کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

ان کا عام آدمی سے کوئی موازنہ نہیں، وہ ایک انوکھی مخلوق ہیں، جسے نہ روٹی روزی کی فکر ہے، نہ کپڑے اور مکان کا غم ہے۔ وہ قیمتی سے قیمتی لباس پہنتے ہیں اور محل نما مکانات میں رہتے ہیں۔ درجنوں نوکر اور کنیزیں ان کی خدمت پہ کمر بستہ ہیں۔ وہ دن رات رنگینیوں اور خوشبوؤں میں بسر کرتے ہیں۔ دوسری جانب عام آدمی کا حال یہ ہے کہ انھیں زندگی میں ایک لمحہ چین نہیں۔ وہ روٹی، کپڑے اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہیں۔ ذاتی سواری کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ معاشرے میں وہ مکمل طور پر بے بس ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے کنبے کی حیثیت رکھتی ہے، وہی شخص اللہ کا دوست ہو سکتا ہے جو اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہو۔ نیز سب سے بڑی عبادت یہی ہے کہ انسان حقوق العباد کو نہایت دیانت داری سے پورا کرے۔

سوال 6:- درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون تحریر کیجیے: (20)

(الف) سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چند پہلو (ب) ہمارے اہم قومی مسائل

(ج) کالج میں میرا پہلا دن

(الف) سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے چند پہلو

جواب: "لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب"

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اخلاق میں سب سے اونچے درجے پر ہیں۔

حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم خندہ جبین، نرم خو، مہربان تھے۔ سخت مزاج اور سخت دل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے۔ کوئی بُرا لفظ منہ سے نہ نکالتے تھے۔ عیب جُو اور تنگ نظر نہ تھے۔ کوئی ایسی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو ناپسند ہوتی تو اس سے درگزر

فرماتے تھے............ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نفس سے تین چیزیں بالکل دور کردی تھیں: بحث و مباحثہ ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور بغیر ضرورت کے کسی بات میں دخل دینا۔ کسی کو بُرا نہیں کہتے تھے۔ کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔ کسی کے اندرونی حالات معلوم کرنے کی کوشش نہیں فرماتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقروضوں کے قرضے چکاتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کو بُرا بھلا کہنے کی عادت نہ تھی۔ بُرائی کے بدلے میں بُرائی نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کا جواب بھلائی سے دیتے یا درگزر کرتے ہوئے معاف فرمادیتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ ہم سب کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سراسر قرآن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ گویا قرآن متن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اس کی شرح دلآویز ہے۔ قرآن ہمیں اصولِ حیات کا علم دیتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے ہمیں اس عمل کا پتہ چلتا ہے، جس کی قرآنِ کریم نے ہمیں تعلیم دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات دلیل کی حیثیت رکھی ہے۔ خود قرآن نے انبیائے کرامؑ کی زندگیوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

پیغمبرِ اسلام ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اپنے اندر اخلاق کی ایک دنیا لیے ہوئے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں سے اپنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق اور امین کہلوایا اور تبلیغ اسلام اس وقت شروع کی جب لوگوں نے انھیں صادق و امین تسلیم کرلیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور کبھی امانت میں خیانت نہ فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعدے کے پکے اور سچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ وعدہ پورا کیا۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہمارے لیے ایک نمونہ ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اس عظیم و جلیل ہستی کو زندگی میں اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلو اور ارشادات محفوظ ہیں۔ تمام انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشرتی اخلاق کی تقلید کر کے معاشرے کو درست کر سکتے ہیں۔ معاشرتی اصلاح کا یہ بہترین طریقہ ہے اور اسی سے دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر سادہ تھی۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس میں کُرتا پسند فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کُرتے کی آستین نہ زیادہ تنگ ہوتی تھی نہ زیادہ کھلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کُرتے کے ساتھ تہ بند باندھتے

تھے۔ نیا لباس ہمیشہ جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سفید لباس ترجیحاً پسند فرماتے تھے۔ رنگدار لباسوں میں سے سبز رنگ کے لباس کو پسند فرماتے تھے۔ گہرا سرخ رنگ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو ناپسند تھا۔ نیا لباس پہنتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا کرتے تھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ اُمت کا غریب سے غریب آدمی بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے پاس آنے سے ہچکچاتا نہ تھا۔ یہی سیرت تھی جس نے مسلمانوں کو بہت جلد اتنا پختہ کر دیا تھا کہ وہ خلیفہ ہو کر بھی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے اور سوکھی روٹی کھاتے تھے۔ ان میں احساسِ ذمہ داری اس قدر زیادہ تھا کہ جس طرح کا لباس عام لوگ پہن سکتے تھے اور جس طرح کا کھانا عام لوگ کھا سکتے تھے' خلیفہ بھی نہ تو اس سے بہتر لباس پہن سکتا تھا اور نہ ہی اس سے بہتر کھانا کھا سکتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پوری مستعدی کے ساتھ اپنے پروگراموں کو عملی جامہ پہنایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم جس کام کو اختیار کرتے تھے' اسے پورے استقلال کے ساتھ سرانجام فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پابندئ وقت کی شدت سے تلقین فرماتے تھے۔ جس کی سب سے بڑی مثال خود آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی زندگی تھی۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ہمیشہ جس کام کے کرنے کا جو وقت مقرر کیا' اس میں کمی بیشی کبھی نہ آنے دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم راتوں کو اٹھ کر متواتر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے رات کو کبھی عبادت ترک نہیں کی تھی۔ بیماری کی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بیٹھ کر نوافل پڑھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم خلقِ عظیم کے مالک تھے اور حد درجہ کے مہمان نواز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم خود تو بھوکے رہنا پسند فرما لیتے تھے' لیکن مہمان کی پوری طرح سے تواضع فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ہمیشہ بچوں' بوڑھوں' غریبوں اور مسکینوں سے شفقت' ادب' پیار اور محبت سے پیش آتے تھے اور کسی بھی شخص کی دل شکنی پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم دوسروں کی غلطیوں کو درگذر یا معاف فرما دیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم آنے والے یا ملنے والے کو سب سے پہلے خود سلام کیا کرتے تھے۔ لوگوں کو حسرت ہی رہتی کہ بوقتِ ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو ہم پہلے سلام کہیں' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سلام اور مصافحہ میں سب پر سبقت لے جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چل سکیں۔

خداوندا! چلوں اس راستے پہ
حقیقت میں جو اس کا راستہ ہے
(حفیظ صدیقی)

(ب) ہمارے اہم قومی مسائل

جواب : گذشتہ ستر (70) برسوں میں پاکستان مختلف مسائل کا شکار رہا ہے۔ پاکستان کو ایک فلاحی ریاست کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ فلاحی ریاست سے مراد ایسی ریاست ہے جس میں جہالت، غربت اور ناانصافی کا خاتمہ ہو اور شہریوں کو ہر طرح کی سہولیات میسر ہوں۔ نیز لوگوں کو اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے یکساں مواقع دستیاب ہوسکیں۔ ہم جب پاکستان کے سیاسی، معاشرتی اور دیگر حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اہم قومی مسائل، جو پاکستان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، وہ کون سے ہیں؟ آیئے ذیل میں ان کا ترتیب وار جائزہ لیتے ہیں:

1- سیاسی مسائل:

ہمارے اہم قومی مسائل میں سیاسی مسائل بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان کو قائداعظم کے بعد کوئی ایسی قدآور سیاسی شخصیت میسر نہ آسکی جو اس نوزائیدہ مملکت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے بے لوث خدمات سرانجام دے سکے۔

مختلف حکومتیں کئی بار رشوت ستانی، کرپشن، نااہلی، اقرباپروری اور کئی دوسرے الزامات کے نتیجے میں ختم ہوئیں۔ پلاٹ اور پجارو کی سیاست نے ملکی مفادات کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔

سیاستدانوں کی نااہلی کی وجہ سے ملک میں چار بار فوجی حکومتیں قائم ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک اتنا عرصہ گزرنے کے بعد عدم استحکام کا شکار ہے، اس کے سیاسی مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ان مسائل کے خاتمہ کے لیے مستحکم سیاسی نظام کا قیام ضروری ہے۔

2- معاشی مسائل:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اس اعتبار سے اس کی معیشت بھی ترقی پذیر ہے۔ ملکی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان اپنے قیام کے آغاز سے ہی پسماندہ حالت میں تھا۔ پاکستان کی ابتدائی مشکلات میں سے ایک اہم مشکل اقتصادی ناہمواری تھی، کیونکہ ہندوستان کی تقسیم سے قبل پاکستان کے علاقہ میں ہندو ہی زراعت، تجارت، تجارتی اداروں اور بنکوں وغیرہ پر قابض تھے۔ تقسیم ہند کے وقت، ہندو اپنا تمام سرمایہ سمیٹ کر بھارت چلے گئے۔ متعصب ہندوستانی حکومت نے پاکستان کے حصہ کے

فنڈز بھی روک لیے جس سے پاکستان کی مشکلات میں اور اضافہ ہوگیا اور معیشت کمزور ہوتی چلی گئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد مرتب کی جانے والی معاشی پالیسیاں زیادہ کارآمد ثابت نہ ہو سکیں، کیونکہ معاشی مشکلات پاکستان کو ورثہ میں ملی تھیں۔ دوسری جانب غیر مناسب اور ناپائیدار معاشی پالیسیوں نے ان مشکلات میں اضافہ کر دیا۔ اس طرح پاکستانی معیشت ترقی کی منازل طے نہ کر سکی، بلکہ روز بروز غیر ملکی اور بین الاقوامی قرضوں کا بوجھ بڑھتا چلا گیا۔ اس کے مقابلے میں معاشی ترقی کے لیے مناسب اور ٹھوس قدامات نہ ہو سکے اور معیشت زوال پذیر ہوگئی۔

3- تعلیمی مسائل:

تعلیم ایک ہمہ جہت عمل ہے جس کے اثرات زندگی کے ہر شعبہ پر مرتب ہوتے ہیں۔ ملک میں شرح خواندگی جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ ترقی کرے گا۔ اگر یہ کم ہوگی تو پھر اس ملک میں ترقی کی رفتار بھی کم ہوگی۔ قیامِ پاکستان کے وقت شرح خواندگی 15 فیصد تھی جبکہ آج تقریباً 69 سال بعد شرح خواندگی 58 فیصد تک پہنچ پائی ہے۔ تعلیم دوسرے شعبوں کی طرح معاشی ترقی کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ پاکستان میں آج تک بنائے جانے والے جملہ پانچ سالہ منصوبوں میں تعلیم کے لیے جہاں زیادہ رقم مختص نہ کی جا سکی وہاں تعلیمی نظام کو کسی واضح، جامع پالیسی اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نہ کیا جا سکا۔ نتیجتاً آج تک کسی ایک منصوبے کے تعلیمی اہداف بھی حاصل نہ ہو سکے۔

اس کے علاوہ ناقص نظامِ امتحان، آبادی میں اضافہ، مخلوط نظامِ تعلیم اساتذہ کی معاشی بدحالی اور تعلیمی اداروں میں سیاست سے ہمارے تعلیمی مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دو طرح کے تعلیمی نظام نے بھی تعلیمی مسائل میں اضافہ کیا ہے۔ تعلیمی مسائل کے حل کے لیے یکساں نظامِ تعلیم کا ہونا ضروری ہے۔ اکیسویں صدی کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے روایتی تعلیم کی بجائے تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کا اہتمام ضروری ہے۔ مزید برآں نصابِ تعلیم کو ملی تقاضوں اور جدید رجحانات کے فروغ کے لیے نئے سرے سے ترتیب دینا ضروری ہے۔

4- صحت کے مسائل:

صحت کی سہولتیں میسر ہونا جہاں ہر ملک کے شہری کا بنیادی حق ہے وہاں ہر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو صحت کی سہولیات بہم پہنچانے کا انتظام کرے۔ پاکستان ترقی پذیر ملک ہے اس لیے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح صحت کے شعبے کا معیار بھی پست ہی ہے۔

پاکستان کی آبادی کا بڑا حصہ صحت مند فضا، متوازن خوراک اور خالص غذا سے محروم ہے۔ غربت، افلاس اور جہالت صحت کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ صفائی اور پاکیزگی کی حالت بھی بڑی نازک ہے۔

دیہی علاقوں کی کثیر آبادی ڈسپنسریوں اور خودساختہ ڈاکٹروں کے رحم وکرم پر ہے جبکہ شہری آبادی کو بھی جدید طبی سہولتیں میسر نہیں۔ اگر میسر ہیں تو اتنی مہنگی کہ امرا تک محدود ہیں۔ غریب آدمی یا تو غربت کے چکر میں مارا جاتا ہے یا ہسپتال کی دہلیز پر۔ تاہم حالیہ پانچ سالہ منصوبوں میں صحت کے شعبہ کو اہمیت دی گئی ہے جس میں ڈاکٹروں کی تعداد میں اضافہ، زچہ و بچہ سینٹروں کا قیام، ہسپتالوں میں طبی سہولتوں کو بہتر بنانا شامل ہیں۔

5- دہشت گردی اور فرقہ وارانہ مسائل:

پاکستان دنیا کے اکثر ممالک کی طرح بدقسمتی سے دہشت گردی اور فرقہ وارانہ مسائل کا شکار ہے۔ پچھلے بیس سال سے پاکستان دہشت گردی اور فرقہ وارانہ مسائل کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

دہشت گردی کا خوف ہمارے ملک، ہمارے گھروں، ہمارے شہروں حتیٰ کہ ہمارے دماغوں میں موجود ہے۔ بے روزگاری اور غربت بھی فرقہ وارانہ اور دہشت گردی کے مسائل میں اضافہ کا باعث ہیں۔ مختلف مذاہب اور مسالک کے علاوہ کلچر کا فرق بھی مسائل میں اضافہ کا باعث ہے۔ معاشرتی ناانصافی، علاقائیت پرستی اور پاکستان کے معاملات میں بیرونی مداخلت بھی دہشت گردی اور فرقہ وارانہ مسائل کو بڑھا رہی ہے۔ ان تمام مسائل کے خاتمہ کے لیے خواندگی کی شرح میں اضافہ دولت کی منصفانہ تقسیم اور سیاسی استحکام ضروری ہے۔ شعبہ ابلاغ اور سب سے بڑھ کر عوام کو ان مسائل کے حل میں بھرپور حصہ لینا ضروری ہے۔

6- خارجی مسائل:

پاکستان کو خارجی سطح پر بھی مختلف مسائل کا سامنا ہے۔ پاکستان کے قائم ہونے کے ساتھ ان مسائل میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ہندوؤں نے کبھی بھی پاکستان کو تسلیم نہیں کیا، اس لیے شروع ہی سے پاکستان کو ملکی سالمیت اور دفاع جیسے مسائل کا سامنا ہے۔

7- آبادی میں اضافہ:

پاکستان کے وسائل محدود ہیں جو کہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں۔ آبادی کی شرح میں تیزی سے اضافہ تقاضا کرتا ہے کہ پاکستان کی قومی آمدنی میں معقول اضافہ کیا جائے۔

(ج) کالج میں میرا پہلا دن

جواب: ہر بچہ اپنے کالج جانے والے بڑے بھائی بہنوں کو دیکھ کر رشک کرتا ہے۔ میری بھی خواہش تھی کہ بڑے برادر کی طرح میں بھی کالج جاؤں گا۔ میرے بھی ٹھاٹھ باٹھ ہوں گے۔ تیار ہو کر ایک خوبصورت سی نوٹ بک اُٹھائی اور کالج کو چل دیے۔ نہ کتابیں اُٹھانے کی زحمت نہ سکول کا کام گھر پر

کرنے کی ضرورت۔ کبھی مختلف تفریحی مقامات کی سیر' کبھی کالج میں کھیلوں' ڈراموں' ادبی جلسوں اور بحث و مباحثہ کے دن۔ یہ تمام چیزیں مجھے کالج کی طرف کھینچتی تھیں۔

بالآخر وہ دن آیا جب میں نے دسویں جماعت کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ میری خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ہر طرف سے مبارک بادیں موصول ہو رہی تھیں۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ اب کالج میں داخلہ ملے گا۔ شہر کے اسلامیہ کالج کے داخلے کھلے تو میں نے فیس اور ضروری کاغذات ہمراہ لیے اور کالج کو روانہ ہوا۔ کالج میں داخل ہوتے ہی مجھ پر ایک عجیب قسم کا احساسِ کمتری طاری ہو گیا۔ کالج کے اندر بہت سے لڑکے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔

ہر طرف خوب چہل پہل تھی اور میری طرح بہت سے طلباء داخلے کی غرض سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ میں داخلہ فارم لینے کی غرض سے جونہی دفتر میں داخل ہوا تو ہیڈ کلرک صاحب نے چھوٹتے ہی ڈانٹ پلائی کہ کیا جانوروں کی طرح مُنہ اُٹھائے اندر چلے آرہے ہو۔ باہر آویزاں بورڈ نہیں پڑھا کہ ''بغیر اجازت اندر آنا منع ہے''۔ باہر قطار میں کھڑے ہو جاؤ فارم باری آنے پر ملے گا۔ لائن میں کھڑے ایک شریف صورت لڑکے نے مجھے کہا کہ ہیڈ کلرک صاحب بہت بدمزاج ہیں۔ آپ کو یہاں سے فارم مشکل ہی ملے گا۔ آیئے میں آپ کو فارم دلواتا ہوں۔ لڑکے کی گفتگو سے میری کچھ ڈھارس بندھی اور میں اُس کے ساتھ ہو لیا۔

مجھے کالج کے طویل برآمدوں میں گھماتے ہوئے وہ لڑکا ایک دروازے کے سامنے رُک گیا اور مجھ سے کہا کہ ''یہ اُردو کے پروفیسر صاحب کا کمرہ ہے۔ ان کے پاس ڈھیروں فارم موجود ہیں۔ یہاں سے آپ آسانی سے فارم حاصل کر سکتے ہیں۔'' اب میں جو دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو لڑکے نے جھٹ سے دروازہ بند کر کے باہر سے چٹخنی چڑھا دی۔ یہ کمرہ ردی کا سٹور تھا۔ کمرے میں فینائل کے خالی ڈبے' ٹوٹے ہوئے جھاڑو' پھٹی ہوئی دریاں' پرانے ریکٹ اور مختلف قسم کے سامان کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اب میں اندر سے دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں۔ ادھر باہر بہت سے لڑکے قہقے لگا رہے ہیں۔ میری حالت غیر ہو رہی تھی۔ کوئی بیس منٹ اسی عذاب میں گزرے۔ اچانک وہاں سے ایک پروفیسر صاحب کا گزر ہوا۔ انھیں دیکھ کر سارے لڑکے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے میری چیخ و پکار سنی اور میں اس کمرے سے باہر نکلا۔ میری کہانی سن کر پروفیسر صاحب نے مجھے دفتر سے فارم لے دیا۔ ابھی فارم لے کر باہر نکلا ہی تھا کہ شرارتی لڑکوں کی ایک ٹولی دکھائی دی۔ میں نے آنکھ بچا کر وہاں سے نکلنا چاہا لیکن فرسٹ ایئر فول کہتے ہوئے میری طرف لپکے اور میرا داخلہ فارم چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قسمت سے یہ سارا

ماجرہ ہیڈ کلرک صاحب نے دیکھ لیا اور مجھے نیا فارم عطا کر دیا۔

داخلہ فارم پُر کر کے میں خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں لڑکوں سے آنکھیں چراتا دوبارہ ہیڈ کلرک صاحب کے سامنے پہنچا۔ اور فارم ان کے حوالے کر کے تیزی سے باہر نکل آیا۔ سامنے سے دو تین لڑکے نمودار ہوئے اور انھوں نے بڑے ادب کے ساتھ مجھے سلام کیا اور پوچھا کہ میں یہاں کیسے آیا ہوں۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پا کر ان کے سوال کا جواب دیا تو وہ پکار اُٹھے کہ پھر تو آپ ہمارے ساتھی ہوئے، آیئے آپ کو بوتل پلائیں۔ میں ان کے ساتھ چل دیا۔ لیکن ایسا محسوس ہوا کہ میں چور ہوں اور یہ مجھے گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔ کینٹین پہنچ کر پانچ بوتلیں لی گئیں۔ میں ابھی کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ وہ چاروں مجھے حیران و ششدر اور ہکا بکا چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گئے۔ بوتلوں کے پیسے مجھے ادا کرنا پڑے۔

میں پریشانی کی حالت میں سوچنے لگا کہ خدایا! کیا یہی وہ کالج ہے، جس کا خواب میں کئی سالوں تک دیکھتا رہا۔ میں کٹی ہوئی پتنگ کی طرح وہاں پھر رہا تھا کہ میرے سکول کا ایک ساتھی مل گیا۔ میں نے اس کو ساری بات بتائی اور ہم دونوں پیدل ہی گھر کی طرف چل دیے۔ یوں میرے کالج کا پہلا دن گزرا جسے بھلانا میرے لیے ناممکن ہے۔

سوال :7- اپنے چھوٹے بھائی کو بُری صحبت سے بچنے اور پڑھائی میں دلچسپی لینے کا خط لکھیے۔ (10)

جواب : کمرۂ امتحان

20 اپریل 2017ء

پیارے بھائی!

اسلام وعلیکم!

امید ہے تم خیریت سے ہو گے۔ یہاں بھی ہر طرح سے خیریت ہے۔ سب گھر والے تمھاری طرف سے بہت فکر مند ہیں، کیونکہ انھیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے بُرے دوستوں کی صحبت اختیار کر لی ہے۔ آج کل تم پڑھائی پر بالکل توجہ نہیں دے رہے۔ پڑھائی پر توجہ دینے کے بجائے زیادہ وقت اپنے بُرے دوستوں کے ساتھ گزارتے ہو۔ اپنے ان دوستوں کے ساتھ مل کر تم نے سگریٹ نوشی کی عادت بھی اپنا لی ہے۔ یقین جانو جب مجھے تمھاری سگریٹ نوشی کی عادت کے بارے میں معلوم ہوا تو مجھے بے حد دکھ ہوا اور میں گھنٹوں سکتے کی حالت میں اس بارے میں سوچتا رہا کہ تمھیں یہ بُری عادت کیسے پڑ گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ تم نے اپنے ان غلط دوستوں کی صحبت میں بیٹھ کر ہی یہ عادت اپنائی ہو گی۔ لیکن میری

بات یادرکھو کہ سگریٹ نوشی ایک ایسا نشہ ہے کہ جس سے انسان کے پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں اور اسے پھیپھڑوں کا کینسر ہو جاتا ہے اور یہ نشہ انسان کو موت کے منہ میں لے جاتا ہے۔ یہ نشہ لگانا تو آسان ہوتا ہے، مگر جب یہ نشہ لگ جاتا ہے تو اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

مجھے یہ جان کر بھی بے حد دکھ ہوا ہے کہ تم اپنے ان دوستوں کے ساتھ رات کے وقت بھی ہوسٹل سے غائب رہتے ہو۔ ان بُرے دوستوں کے ساتھ مشغول رہنے کی وجہ سے پڑھائی پر بھی بالکل دھیان نہیں دے رہے ہو۔ اسی وجہ سے تم کالج کے ماہانہ ٹیسٹ میں بھی فیل ہو گئے ہو۔ تمھاری کالج میں حاضریاں بھی کم ہو کر 65 فیصد تک آ گئی ہیں۔ نہ جانے تم کہاں آوارہ گردی میں مصروف رہتے ہو کہ کلاسز میں بھی حاضر نہیں ہو رہے ہو۔ پرنسپل صاحب نے تمھارے رزلٹ کارڈ پر نوٹ لکھ دیا ہے کہ اگر تمھاری حاضریاں 75 فیصد تک پوری نہ ہوئیں تو وہ بورڈ کے امتحان کے لیے تمھارا داخلہ نہیں بھیجیں گے اور کالج سے بھی تمھارا نام خارج کر دیا جائے گا۔

برادرِ عزیز! تم ایک اچھے اور باعزت خاندان کے فرزند ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ سارے خاندان میں ہمارے والدین کا سر شرم سے جھک جائے اور انھیں تمھاری ذلیل حرکتوں کی وجہ سے لوگوں سے منہ چھپانا پڑے۔ اگر نہیں اور یقیناً تم ایسا ہرگز نہیں چاہو گے تو میری تم سے التجا ہے کہ اپنے ان بُرے دوستوں کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ اپنا سارا وقت صرف اور صرف اپنی پڑھائی کو دو۔ کالج میں باقاعدگی سے اپنی کلاسز میں پڑھو، تا کہ جو حاضریاں کم ہو گئی ہیں انھیں پورا کر سکو۔ اور امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہو کر خود کو ایک اچھا طالب علم ثابت کرو اور اپنے والدین کا نام فخر سے بلند کر دو۔

پیارے بھائی! میری ان نصیحتوں پر عمل کر کے میرے اس خط کے جواب میں مجھے اطمینان بخش جواب بھیج کر میری اور امی ابو کی پریشانی کو دور کرو۔ خدا تمھاری مدد فرمائے۔

امی اور ابو کی طرف سے بہت دعائیں۔

والسلام

تمھارا بھائی

الف۔ب۔ج